ناکامی کی حقیقت: سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں مطالعہ

Failure: A study of Seerat E Tayaaba

Dr. Shaista Jabeen
Assistant Professor, Govt. Graduate College for Women Jhang
Email: shaista.sadhana@gmail.com

Dr. Ayesha Tariq
Assistant Professor Khayaban E Sir Syed College for Women, Rawalpindi
Email: Ayehsa.tariq.skg@gmail.com

ABSTRACT

Failure is a part of human life. There are no human beings in this world that have never the experience of failure, in fact, most successful persons, fail countless times before they became successful in life. The real thing is to learn from failures and transform them into strength. Failure can be unpleasant and unwanted experience, as no one to fail in any matter by choice, hence it can come in different forms, not achieving the academic grades for students, being unsuccessful in a job application for a career oriented person, a relationship break up for a married person or general set back. While undesirable, failure is also a normal and necessary part of life. Yet, many people will go to significant lengths to avoid failing because the emotions we can feel as a result can be so painful. Nonetheless, a fear of failure can hold us back from taking up the opportunities we might need to succeed. Fear of failure, also known as Atychiphobia is an irrational and persistent fear of failing. This fear can stem from a number of sources. Sometimes it might emerge in response to a specific situation. In other case, it might be related to another mental health condition such as anxiety or depression. As per Islamic perspective failure is something that is not related with worldly failures. Islam connects it with the failure of eternal life, it does not bother the failure of this mortal considering them a test case for its followers so their level of believe upon Allah SWT could be checked. This article will discuss the examples of failures and guidelines to cope with it through prophetic life, so one can understand the exact definition of failure and methodology to overcome it.

Keywords: Failure Types, Successful Life, Uswa E Hasna, Atychiphobia, Islamic Perspective

موضوع کا تعارف:

زندگی نشیب و فراز کا دوسرا نام ہے، خوشی اور غم کا سنگم ہے۔ آنسو اور مسکان کا ملاپ ہے، روشنی اور اندھیرے کا مجموعہ ہے، صحت اور بیماری سے عبارت ہے، کامیابی اور ناکامی کا گلدستہ ہے۔ جب تک غم نہ ہو خوشی کی

قدر نہیں ہوتی۔ جب تک آنسو نہ ہوں مسکان کی اہمیت نہیں ہوتی، جب تک دھوپ نہ جلائے چھاؤں کی ٹھنڈک کی قدر نہیں ہوتی۔ جب تک ناکامی نہ ہو کامیابی کا حسن کیسے دوبالا ہو گا۔ ہر چیز کا تضاد ہی اس کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے ناکامی، کامیابی کا پہلا زینہ ہے اور زندگی کا ایک لازمی جز ہے، ناکامی ایک آئینے کی مانند ہمارے خدوخال میں پائے جانے والی یا ہماری کارکردگی کی کمی بیشی کی نشان دہی کرتی ہے۔ یہ ہمیں کام کرنے سے نہیں روکتی بلکہ صحیح سمت میں ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ خامیوں پر قابو پانا سکھاتی ہے۔ زندگی کے بہترین رہنما اصولوں صبر و تحمل اور قوت برداشت سے حالات سے نمٹنے کا سبق دیتی ہے۔

ضرورت واہمیت:

لفظ ناکامی کاروباری، اپنی مدد آپ اور شخصیت کی نشوونما کے ادب سمیت مختلف شعبوں میں مستقل ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ اکثر کتب کے عناوین بھی اسی مضمون پر مبنی ہوتے ہیں۔ ناکامی کا لفظ مضبوط منفی معنویت کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی شخص، چیز یا عمل کی قدر و قیمت جاننے کے لئے ہم اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر ہم میں سے کوئی بھی ناکام نہیں ہونا چاہتا، کوئی بھی خود کو ناکام نہیں کہلوانا چاہتا، ہر شخص زندگی میں اعلیٰ درجے کی کامیابی کا خواہاں ہوتا ہے اور ناکامی اس کے لئے ایک ڈراؤنا خواب ہوتی ہے۔ اگر آپ کسی سے کامیابی کی تعریف پوچھیں تو اس کا جواب ہوگا کہ کامیابی یہ ہے کہ میں اپنے کیریئر میں اپنی منزل کو پالوں۔ کامیابی ایک بڑے گھر، ایک اچھی ملازمت اور ڈھیر ساری دولت کا نام ہے۔ اس طرح کی کامیابی کے پیمانے ہماری ذاتی طاقت، دولت، عہدہ اور حیثیت ہوتے ہیں۔ یہ کامرانیاں یا کام کے کمالات ہیں جو بہت سے لوگ صبح دفتر کے لئے نکلتے ہوئے حاصل کرنے کی تمنا کرتے ہیں۔ بعض اوقات ہم اس طرح کی کامیابی کی قدر و قیمت کا تعین کرنے کے لئے ان میں سے صرف ایک پیمانہ استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہماری ماہانہ تنخواہ یا ہماری ملازمت کا عہدہ بعض اوقات ان پیمانوں کا مرکب جیسے سیاست میں ہمارا اثر و رسوخ اور مقام استعمال ہوتا ہے۔ بہت سے کامیاب لوگ اب بھی کامیابی کے بارے میں انہی اصطلاحوں میں سوچتے ہیں۔[1]

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

دور جدید کے ان موضوعات پر زیادہ تر کام مغربی ممالک میں ہو رہا ہے۔ ذہنی صحت کا تصور اور اس سے متعلق شعور ابھی یہاں اس قدر عام نہیں ہو سکا کہ ان عناوین پر کتب کی طرف توجہ کی جائے، اردو زبان میں دستیاب زیادہ تر کتب انگریزی کتب کا ترجمہ ہیں۔ عنوان کے حوالے سے دستیاب کتب کی تفصیل اس طرح ہے۔

ا: کامیابی مبارک، قیصر عباس، پاسیبلٹیز پبلی کیشنز، لاہور، س ن

۲: شاباش تم کر سکتے ہو، قیصر عباس، پاسیبلٹیز پبلی کیشنز، لاہور، س ن

3: The value of Failure, Shane Lester,Anthem Press, Ireland,2007

4: Mindset: The new Psychology of Success, Carol S.Dweck,Random House,2006

5: Failing Forward,John C.Maxwell,Happercollin S Leader, 2008

6: How to Fail at almost everything and still win big, Scott Adams,Portfolio Publishers, 2013

7; the Power of Failure, Charles C.Manz, Berrett-Koehler Publishers.ND

مقالہ ہذا میں ناکامی کی اقسام، ناکامی کی تعریفات اور سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی سے ناکامی کے مفاہیم کی تفہیم بیان کی جائے گی، اس کے ساتھ ساتھ اسوہ رسول ﷺ کی رہنمائی سے کامیابی کے اصول بیان کئے جائیں گے تا کہ ناکامی کا نہ صرف سامنا کیا جاسکے بلکہ حقیقی کامیابی کے راستوں پر بھی گامزن ہوا جاسکے۔

مقالہ بیانیہ اور تجزیاتی انداز میں تحریر کیا جائے گا۔

کامیابی اور ناکامی میں فرق:

کامیابی یہ روایتی تعریف بہت طاقتور ماڈل ہے۔ اس کے قابل ادراک پیمانے ہیں اس لئے لوگوں کی کامیابی یا ناکامی کا موازنہ کرنے کا ایک آسان طریقہ ہاتھ آ جاتا ہے۔ اس روایتی تعریف میں کامیابی یا ناکامی کا تعین اکثر بیرونی طور پر ہوتا ہے۔ گھر والے، دوست اور معاشرہ ہمیں پیغام دیتا ہے کہ کامیاب ہونے کے لئے ہمیں محنت کرنی چاہئیے اور اکثر کامیابی کی اس قسم کا تعین کر دیا جاتا ہے جسے حاصل کرنے کی ہمیں کوشش کرنا ہوتی ہے، اس سب میں ناکامی لفظ کے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھی جاتی۔ معاشرے کے نزدیک کامیابی یہ ہے کہ کسی اعلیٰ عہدے تک پہنچو، کسی مقبول ادارے میں کام کرو، اثر و رسوخ حاصل کرو، بڑی تنخواہ ہو، بدن کی ساخت اچھی بناؤ، پر کشش اور شائستہ اوصاف اپناؤ، کسی قابل رشک ادارے سے اچھی ڈگری حاصل کرو، خوبصورت گھر بناؤ، عمدہ ساتھی کا انتخاب کرو، ذہین اور خوبصورت بچے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ کامیابی کی اس روایتی تعریف میں ان کامرانیوں کی خواہش کی جاتی ہے جن کا تعلق ہماری ذاتی طاقت، دولت، مقام اور حیثیت سے ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ ان بتائی گئی فہارس پر عمل درآمد کرنے کے لئے دولت، وقت، توانائی، ذہانت، لگن اور قابلیت کی لامحدود اور اکثر غیر حقیقی مقدار درکار ہے۔ بہت سے لوگوں کے لئے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر سب لوگ اس اصول کے مطابق خود کو کامیاب قرار دیئے جانے کی دھن میں لگ جائیں گے تو اس سے بے مقصد سرگرمی اور بے فائدی کوشش کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا اور ہر فرد خود کو کامیاب سمجھنے کی بجائے تھکا ہوا اور غیر مطمئن محسوس کرنے لگ جائے گا۔ جب دنیا کے سب لوگوں کی صلاحیتیں، توانائیاں، دلچسپیاں ایک سی نہیں ہیں تو ان کے لئے کامیابی اور ناکامی کا ایک معیار کیسے مقرر کیا جاسکتا ہے۔ ناکامی کوئی ایسی چیز نہیں جس کی بنیاد پر فرد کی اہمیت کا تعین کیا جاسکے کیوں کہ ناکامی کا مفہوم بھی ہر فرد کے نزدیک جدا ہو سکتا ہے۔

ناکامی ایک ایسی کیفیت ہے جس میں کسی معاملے میں مطلوبہ یا ارادی مقاصد حاصل نہ ہوں، اسے عموماً کامیابی کی ضد کہا جاتا ہے۔ ناکامی ایک نظری اصطلاح ہے یعنی ناکامی کا تصور ہر کسی کے نزدیک مختلف ہے۔ ایک شخص جو بظاہر سب کو کامیاب نظر آرہا ہے ہو سکتا ہے وہ اپنی نظر میں شدید ناکام ہو۔ جو چیز آپ کو اس کی کامیابی لگ رہی ہے ممکن ہے وہ اس کے نزدیک ناکامی ہو، اس لئے آپ کامیابی اور ناکامی کا ایک متفقہ اصول انسانی عقل وشعور کی بنیاد پر قائم نہیں کرسکتے۔ جس طرح انسان کے اندر تنوع اور اختلاف ہے اسی طرح نسل انسانی کے مختلف لوگوں کے مزاجوں اور نفسیات، پسند اور ناپسند، ترجیحات اور خاندانی پس منظر کے حوالے سے کامیابی اور ناکامی کا تصور جدا جدا ہے۔ کامیابی اور ناکامی کے احساس کا تعلق انسان کو ایک شعوری کیفیت عطا کرتا ہے جس کے اندر وہ اپنے آپ کا تجزیہ کرتا ہے، اور خود کو کامیاب یا ناکام قرار دیتا ہے۔

ناکامی اختتام نہیں ہے:

ماہرین کا کہنا ہے کہ ناکامی سے وہی لوگ دوچار ہوتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں۔ عمل کے میدان میں نکل کر خود کو منوانے کی کوشش میں سو طرح کے مصائب کا سامنا ہو سکتا ہے۔ قدم قدم پر مشکلات انہی کو آتی ہیں جو مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لئے ذہنی وجسمانی طرح سے تیار ہو کر میدان عمل میں اترتے ہیں۔ جب آپ کسی کام یا مقصد کے حصول میں وقتی طور پر ناکام ہوتے ہیں تو اس سے آپ کو اپنی چھپی ہوئی صلاحیتوں کا ادراک ہوتا ہے، انسان کی اکثر خوابیدہ صلاحیتیں ایسے وقت پر ہی ظاہر ہوتی ہیں جب اسے کسی ناکامی یا مشکل کا سامنا درپیش ہوتا ہے۔ کسی معاملے میں ناکامی کا سامنا کرنا آپ کو اندر سے خود پسندی اور تکبر جیسے زہریلے عناصر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ انسان کے اندر صبر و تحمل، عجز وانکساری اور اچھے اخلاق جیسی خصوصیات پیدا کرتا ہے۔ ناکامی کے تجربے میں لوگوں کے بدلتے رویئے آپ کو زندگی کا بہت بڑا سبق سکھاتے ہیں کہ زندگی میں آپ کو سچا حوصلہ اور ساتھ دینے والے گنتی

کے چند لوگ ہوتے ہیں۔ مسلسل کوشش اور ہمت سے انسان کی ہمت برقرار رہتی ہے اور وہ کچھ نیا کرنے سے جھجکتا نہیں ہے۔ وقتی ناکامی کے بعد ایک پر اعتماد شخصیت نئے راستوں پر نئے سفر کا آغاز کرتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ناکامی ایک ایسا لفظ ہے جسے کوئی بھی سننا یا بولنا تک پسند نہیں کرتا۔ اگر ہمارے سامنے کوئی شخص اپنے کسی منصوبے یا ہدف کا ذکر کرے اور ہم اس سے کہہ دیں کہ یہ منصوبہ یا ہدف ناکام ہو جائے گا تو اس کا منہ اتر جائے گا۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم کوئی کام یا منصوبہ شروع کرتے ہیں تو اس میں کامیابی اور ناکامی دونوں کا امکان ہوتا ہے۔ اگر کچھ ظاہری اسباب ملحوظ رکھے جائیں تو ناکامی کا خدشہ کسی حد تک کم ہو سکتا ہے۔ سب سے پہلے تو مقصد کا تعین اپنی دلچسپی اور صلاحیت کے مطابق کرنا ضروری ہے، پھر اس مقصد کے حصول کے لئے درست طریقہ کار اختیار کرنا بھی لازم ہے۔ اگر آپ کام کے آغاز سے قبل اس شعبہ میں ماہر کسی شخص سے مشاورت کر لیں تو آپ کی ناکامی کے امکانات اتنے ہی کم ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی کام شروع کرنے کا ارادہ کر لیا تو اس پر استقامت اختیار کرنا کامیاب ہونے کے لئے از حد ضروری ہے۔ وقت کی قدر کرنا اور مسلسل محنت کرنا آپ کو ایک دن مقصد تک پہنچا دیتا ہے۔ مزاج کے تابع رہنے والا شخص بھی اکثر ناکامی کا ذائقہ چکھتا ہے کیوں کہ کامیابی کا حصول مزاج کے تابع نہیں ہوتا بلکہ مستقل مزاجی سے مقصد کے حصول کے لئے کام کرنا اصل کامیابی ہے۔ بہت زیادہ اور اونچی توقعات رکھنے والے لوگ جب مطلوبہ معیار تک پہنچنے میں ناکام رہتے ہیں تو خود کو کامیاب لوگوں کی فہرست سے خارج سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ توقعات کا پیمانہ اتنا ہی بلند رکھیں جتنی آپ کی استعداد اور صلاحیت ہے، محض خواہش کرنے سے یا چاہنے سے دنیا میں کچھ نہیں ہوتا۔ کامیابی کے راستے میں وقتی ناکامیاں آتی رہتی ہیں، ان سے گھبرا کر ہمت ہار کر بیٹھ جانے والے مقصد تک مشکل سے پہنچ پاتے ہیں۔

کامیابی کا حصول:

ناکامی سے بچنے کے لئے محنت کی ضرورت ہوتی ہے، کام کرنے سے ہوتا ہے سوچتے رہنے سے نہیں ہوتا، بڑے اہداف مقرر کرنے کے بعد بڑی محنت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جو نادان مشقت سے گھبرا جاتے ہیں وہ کامیابی کو خود اپنے ہاتھوں دفنا دیتے ہیں۔ اپنی صلاحیتوں پر اعتماد ہونا بہت ضروری ہے، جو شخص خود پر اعتماد نہیں رکھتا وہ ہر وقت گھبراہٹ اور بے یقینی کا شکار رہتا ہے اور نتیجتاً کام غلط کر بیٹھتا ہے۔ ہر شخص کے دل میں یہ فطری خواہش پائی جاتی ہے کہ وہ ایک کامیاب انسان کی حیثیت سے زندگی گزارے۔ وہ جو بھی منصوبے بنائے پورے ہوں، جن چیزوں کی تمنا کرے وہ اسے حاصل ہوں اور جس منزل تک پہنچنے کا ارادہ کرے بلا روک ٹوک وہاں تک پہنچ جائے۔ اگر وہ اپنی منزل مقصود تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور اپنے گوہر مقصود کو پا لیتا ہے تو خود کو کامیاب اور خوش قسمت انسان سمجھتا ہے اور اگر اس کے خواب

ادھورے رہ جائیں اور اس کی تمنائیں پوری نہیں ہو پاتیں تو وہ خود کو ناکام انسان باور کرتا ہے۔ وہ یہ فراموش کر دیتا ہے کہ مختلف انسانوں نے کامیابی و ناکامی کے الگ الگ معیارات و پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔

کچھ لوگوں کے نزدیک کامیابی یہ ہے کی ان کے پاس مال و دولت کی ریل پیل ہو، انہیں ہر طرح کی آسائشیں حاصل ہوں، اسباب و وسائل کی فراوانی ہو، انہیں جاہ و منصب حاصل ہو، معاشرے میں ان کو عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو، لوگ ان کی قدر کرتے ہوں اور ان کے آگے پیچھے رہتے ہوں۔ کچھ لوگ جسمانی صحت اور ذہنی سکون کو کامیابی کا پیمانہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر کوئی شخص مکمل طور پر صحت مند ہو، اسے کوئی عارضہ لاحق نہ ہو، وہ ہر طرح کی جسمانی اور نفسیاتی پریشانیوں سے محفوظ ہو اور سکون و اطمینان کی زندگی گزار رہا ہو تو وہ کامیاب ہے۔ بعض لوگوں کی نگاہ میں کسی شخص کی کامیابی یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کے سامنے اپنے خاندان کو پھلتا پھولتا اور اپنی اولاد کو اور متعلقین کو ترقی کرتا دیکھ لے۔ غرض مختلف انسانوں کے نزدیک کامیابی کے الگ الگ پیمانے ہیں جن پر وہ اپنے اور دوسروں کے معاملات کو جانچتے ہیں اور اسی کے مطابق کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ کرتے ہیں۔ انسان کی ایک فطری خواہش یہ بھی ہوتی ہے کہ اس نے کامیابی کا جو معیار مقرر کیا ہے وہ اسے ہمیشہ حاصل رہے۔ اگر اس کے نزدیک مال و دولت کی فراوانی کامیابی کا اصل معیار ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اسے ہمیشہ حاصل رہے، کبھی وہ اس سے محروم نہ ہو، کسی بھی معاملے میں اگر تسلسل میں فرق پڑتا ہے تو اسے ناکامی تصور کرتا ہے۔ ان تمام انسانوں کی سوچ اسی دنیا تک محدود ہے۔ وہ اسی میں مگن اور اسی کو بہتر بنانے میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اس لئے کامیابی اور ناکامی کے بارے میں ان کے تصورات محدود ہیں۔[2]

اگر حقیقت کی آنکھ سے دیکھا جائے تو متعدد افراد کے مابین ہونے والے کسی مقابلے میں اول پوزیشن حاصل کرنا سب کے لئے عقلاً ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس جگہ تک کوئی ایک ہی پہنچے گا جس کے پاس دوسروں کی نسبت صلاحیت یا محنت زیادہ ہو گی۔ اس دنیا میں لوگوں کے کامیابی اور ناکامی کے اپنے اپنے معیار اور پیمانے ہیں اور ان پر پورا نہ اترنے کو روگ بنا کر مایوسی کا شکار ہو رہے ہیں۔ کسی کو شادی نہ ہونا ناکامی لگ رہا ہوتا ہے تو کوئی محبت حاصل نہ کر سکنے کو دل سے لگائے ہوئے ہے، کسی کی شادی ناکام ہو گئی، کسی کی خاندان اور دوستوں سے توقعات پوری نہیں ہو سکیں تو وہ اسے اپنی ناکامی تصور کرتے ہوئے ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہ سب زندگی کے مراحل ہیں، اگر آپ ناکام ہوئے ہیں تو بہت سے معاملات اور جگہوں پر یقیناً کامیاب بھی ہوں گے۔ ہم کیا کرتے ہیں کہ ناکامی کی تو خود ساختہ تعریف طے کر کے پریشان ہونا فرض سمجھتے ہیں لیکن کامیابیوں کو شمار کر کے خوش اور شکر گزار ہونا غیر ضروری سمجھنے لگے ہیں۔ ہماری ناکامی کی اصل وجہ ہی یہی ہے۔

سیرت طیبہ ؐ سے استفادہ:

کامیابی اور ناکامی کے ان تصورات کو دور جدید کے انسان نے اس قدر اہم اور حقیقی سمجھ لیا ہے کہ اس کی تمام تر بھاگ دوڑ کا مقصد ہی دنیا کے مروجہ پیمانوں کے مطابق خود کو کامیاب ثابت کرنا ہے۔ جو ان معیارات تک نہیں پہنچ پاتا وہ خود کو ناکام اور ہارا ہوا متصور کرتا ہے۔ ان نام نہاد کامیابیوں اور ناکامیوں کی دوڑ میں انسان بری طرح پس رہا ہے۔ معاشرے میں بے سکونی، بے اطمینانی اور حرص و ہوس عام ہو رہی ہے، افراد کا ذہنی سکون غارت ہو چکا ہے، عدم برداشت جیسے رویے لوگوں کو ناکامی کی صورت میں خود کشی تک لے جا رہے ہیں، ذہنی امراض میں خطرناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے، کم عمر بچے اور نوجوان بھی اس کی زد میں آ رہے ہیں۔ ایک ایسی بلا مقصد دوڑ کا آغاز ہو چکا ہے جس کا کوئی اختتام نہیں ہے۔ ان حالات میں ایک بار پھر سیرت طیبہ کے دامن میں پناہ لینے کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے تاکہ اس ڈپریشن سے خود کو بچایا جا سکے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی نے اس دنیا میں کامیابی اور ناکامی کے کچھ اصول وضع کر رکھے ہیں۔ ان سے جو بغاوت کرے، وہ تمام تر کوشش کے باوجود ناکام و نامراد ٹھہرتا ہے۔ دنیا میں ایک دوڑ اور مسابقت کا ماحول ہے، اس مسابقت میں جیتتا وہی ہے جو داخلی استحکام کی طاقت رکھتا ہے۔ یہ اصول فرد کے لئے بھی ہے اور قوم کے لئے بھی۔ اہم بات یہ ہے کہ ہر فرد، ہر قوم ترقی اور کامیابی کی یہ دوڑ جیتنے کی خواہش مند ہوتی ہے لیکن جیت صرف اس کے حصے میں آتی جو دن رات اس کے لئے محنت اور سر توڑ کوشش کرتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ سیرت طیبہ کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے لیکن موجود وقت میں اس کی اہمیت و معنویت اور ضرورت دو گنا ہو جاتی ہے کیوں کہ اس وقت سائنس و ٹیکنالوجی آسمان کو چھو رہی ہے۔ ہر روز نت نئے انکشافات اور ایجادات منظر عام پر آ رہی ہیں۔ مادیت کا سیلاب بلا خیز تھمنے کا نام نہیں لے رہا، سامان عیش و طرب کی فراوانی و ارزانی نے انسانیت کو بے سکونی اور بے اطمینانی کے پیچیدہ مسائل سے دوچار کر دیا ہے۔ ان حالات میں پناہ آپ ﷺ کے دامن اقدس میں ہی نظر آتی ہے، کیوں کہ آپ ﷺ ہی انسانیت کے سب سے بڑے بہی خواہ ہیں۔

اسوہ رسول ؐ اور کامیابی و ناکامی کا معیار:

ایک بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ انسان کی کامیابی یا ناکامی کا تعلق خالق کائنات کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ وہ کتنی جائیداد دولت کا مالک ہے، ظاہری طور پر کس قدر خوش حال ہے، کتنے لوگ اس کی خوشامد اور چاپلوسی کرتے ہیں، وہ کتنا طاقتور ہے اور کتنے لوگ اس کی طاقت اور قوت سے خوفزدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کامیابی کا صرف اور صرف ایک معیار ہے اور وہ یہ کہ کیا انسان اللہ کی منشاء کے مطابق زندگی گزار کر جنت میں جائے گا یا

سرکشی اور حکم عدولی کا راستہ اختیار کر کے جہنم کا ایندھن بنے گا۔ نبی کریم ﷺ نے انسان کی کامیابی اور ناکامی کی حقیقت کو آسان الفاظ میں اس طرح بیان فرمادیا۔

عن انس بن مالک ان رسول اللهﷺ قال يهرم ابن آدم ويشب منه اثنتان الحرص على العمروالحرص على المال۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس کے اندر دو چیزیں جوان رہتی ہیں، ایک لمبی عمر کی خواہش، دوسرے مال کی حرص۔[3]

ایک دن آپ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے ہمراہ ایک کھلے میدان میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے ایک لکڑی کے تین حصے کر کے ایک اپنے سامنے گاڑ دیا، دوسرا حصہ اس کے قریب اور تیسرا ذرا فاصلے پر زمین میں گاڑ دیا۔ پھر صحابہ کرام سے دریافت فرمایا یہ کس چیز کی علامت ہے؟ سب نے مشترکہ جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جو ارشاد فرمایا اس کا مفہوم یہ تھا کہ پہلی لکڑی انسان خود ہے، اس کے ساتھ والی لکڑی کا حصہ اس کی موت ہے جو اس کے ساتھ ساتھ ہے، دور والی لکڑی اس کی امیدیں، آرزوئیں اور اس کی خواہشات ہیں۔ وہ ساری زندگی ان امیدوں، آرزوؤں اور خواہشات کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے اور اسے موت آجاتی ہے۔ وہ اپنی امیدوں کے مطابق[4] زندگی نہ گزارنے کی حسرت لئے دنیا سے چلا جاتا ہے۔ اس طرح وہ اس دنیا میں ناکام ہوا اور آخرت میں بھی ناکام، کیونکہ اس کا مقصد صرف اور صرف یہ دنیا ہوتی ہے، آخرت نہیں۔[1]

عن عبدالله رضه الله عنه قال: خط النبیﷺ خطاً مربعاً، وخط خطاً فی الوسط خارجاً منه، وخط خططاً صغاراً الی هذا الذی فی الوسط من جانبه الذی فی الوسط، فقال: هذا الانسان، وهذااجله محيط به،او قد احاط به، وهذا الذی هو خارج امله، وهذه الخطط الصغارالاعراض ، فان اخطاه هذا نهشه هذا،وان اخطاه هذانهشه هذا۔[5]

حضرت عبداللہ رضہ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مربع (چار لکیروں والی) شکل بنائی۔ پھر اس مربع شکل میں ایک دوسری لکیر کھینچی جو اس مربع سے باہر نکل گئی۔ پھر اس مربع شکل کے اندر چھوٹی چھوٹی لکیریں بنائیں۔ جس کی صورت علماء نے مختلف لکھی ہے جن میں سے ایک یہ ہے۔

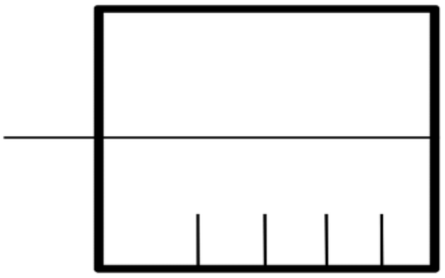

اس کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا: یہ درمیانی لکیر تو آدمی ہے اور جو (مربع لکیر) اس کو چاروں طرف سے گھیر رہی ہے وہ اس کی موت ہے کہ آدمی اس سے نکل ہی نہیں سکتا، اور جو لکیر باہر نکل رہی ہے وہ اس کی امیدیں ہیں کہ وہ اس زندگی سے بھی آگے ہیں اور یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں اس کی بیماریاں اور حادثات ہیں۔ ہر چھوٹی لکیر ایک آفت ہے اگر ایک سے بچ جائے تو دوسری پکڑ لیتی ہے اور اگر اس سے جان چھوٹ جائے تو کوئی دوسری آفت آ پکڑتی ہے۔

یعنی ثابت ہوا کہ دنیا کامیابی ناکامی، رنج و خوشی سے عبارت ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص ہر طرح سے کامیاب ہو اور دوسرا ہر لحاظ سے ناکام، ہر ایک کے حصے میں اپنی قسمت کی ناکامی بھی ہے اور کامیابی بھی۔

کامیابی و ناکامی دونوں آزمائش:

اصل میں انسانوں کی سوچ اس دنیا تک محدود ہے، وہ اس دنیا کی ہی نعمتوں پر کامیابی اور ناکامی کا معیار مقرر کرتے ہیں۔ اس لئے کامیابی کے بارے میں ان کے تصورات کسی قدر محدود اور ناقص ہیں۔ اس کے برعکس اسلام زندگی کا ایک جامع تصور رکھتا ہے جو ہمیں اسوہ رسول ﷺ سے معلوم پڑتا ہے اور یہاں کامیابی کا تصور اوپر ذکر کردہ تصورات سے قطعی طور پر مختلف ہے۔ اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ اس دنیا میں انسان کا وجود کسی حادثے یا اتفاق کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اسے ایک قادر مطلق ہستی نے ایک منصوبے کے تحت پیدا کیا ہے۔ اس کا مقصد تخلیق یہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنے تخلیق کنندہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارے۔ اس نے اپنے منتخب بندوں جنہیں رسول کہا جاتا ہے کے ذریعے وہ طریقہ واضح الفاظ میں بیان فرما دیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی انسان کو ارادہ و اختیار کی آزادی بھی دی گئی ہے۔ وہ چاہے تو اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں اور چاہیں تو انکار کر دیں۔ چاہیں تو انبیاء کے بتائے ہوئے طریق پر زندگی گزاریں اور چاہیں تو بلا روک ٹوک من مرضی چلا لیں۔

اسلام یہ واضح کرتا ہے کہ اس دنیا میں انسان امتحان اور آزمائش کی حالت میں ہے۔ اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارے گا تو وہ مرنے کی بعد کی زندگی میں اسے انعام سے نوازے گا اور اگر وہ یہاں اس کے طریقے کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ مرنے کے بعد سزا کا حق دار ہو گا۔ اسوہ رسول ﷺ کے مطابق حقیقی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ جن لوگوں نے دنیا میں نیک اور اچھے اعمال کئے ہوں گے وہ کامیاب سمجھے جائیں گے اور جن لوگوں نے دنیا میں برے کام کئے ہوں گے، ان کے ناکام ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اسلام کی نظر میں حقیقی کامیابی جسے وہ فلاح اور فوز کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے، یہ ہے کہ آخرت میں جب انسان کے اعمال کا حساب کتاب ہو تو اس کے اچھے اعمال کا پلڑا بھاری ہو جائے۔[6]

فرامین رسولؐ اور کامیابی کا حصول:

آج کی دنیا میں جب ہر شخص کامیابی حاصل کرنے کے لئے محنت کرتا ہے اور ناکامی سے بچنے کی تدابیر اختیار کرتا ہے، اسے یاد رکھنا چاہئے کہ نبی اکرم ﷺ نے کامیابیوں اور ناکامیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے اپنی امت کی رہنمائی کرتے ہوئے مختصر الفاظ میں جامع ہدایات ارشاد فرمائی ہیں۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده رضی الله عنه ان النبیﷺ قال: اول صلاح هذه الامة بالیقین والزهد واول فسادها بالبخل الامل۔

حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس امت کی کامیابی کی بنیادی چیزیں یقین کرنا اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا ہے اور اس امت کی ناکامی کی بنیادی چیزیں بخل اور دنیا کے بارے میں لمبی لمبی امیدیں باندھنا ہے۔[7]

اس حدیث مبارکہ سے اول بات جو معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے واضح فرمادیا کہ کامیابی کا حصول دو راستوں کے ذریعے ممکن ہے، جو شخص ان دو راستوں پر چلے گا وہی کامیاب قرار پائے گا۔ ان میں پہلا راستہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل یقین کرنے کا ہے۔ جب آپ اللہ رب العزت پر یقین کر کے چلتے ہیں تو آپ کی زندگی میں ڈپریشن، اینگزائٹی، تناؤ اور دباؤ کی بجائے خوشی، سکھ، چین، راحت اور سکون و اطمینان کا راج ہوتا ہے۔ جب انسان اپنے دل و دماغ میں یہ بات بٹھالے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، نفع و نقصان کی مالک و مختار صرف اللہ کی ذات ہے، کامیابی دلانا اور ناکامی سے بچانا، اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، اس کے چاہنے سے ہی عزت ملتی ہے اور وہی ذلت و رسوائی سے بچانے پر بھی قادر ہے۔ رزق روزی، دکھ سکھ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ زمین و آسمان کے ذرے ذرے میں اس کی بادشاہت قائم ہے۔ قرآن کریم نے اس بات کو یوں بیان فرمایا ہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اور تم چاہو گے نہیں، الا یہ کہ خود اللہ چاہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔[8]

انسان اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ پر یقین رکھے اور اس عقیدے پر زندگی گزارے کہ جو اللہ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے وہ اسے اس کی کوشش کے نتیجے میں ضرور ملے گا اور جو مقدر میں نہیں لکھا، اس کے لئے وہ جتنے مرضی جتن کرلے، وہ اسے نہیں ملے گا۔ مال و دولت، آل اولاد کا ملنا ہو یا اس کا ختم ہونا، رزق کی فراخی ہو یا تنگ دستی، حوادثات زمانہ سے محفوظ رہنا ہو یا مصائب میں الجھنا، ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اس کی ساری تدابیر پر غالب رہتی ہے۔ جس شخص میں یقین کا یہ درجہ پیدا ہو جائے، وہ دنیا کے حصول میں میانہ روی اختیار کرلیتا ہے،

خدا نخواستہ اگر اسے کبھی ناکامی یا نقصان کا سامنا بھی ہو جائے تو اس کا دل اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے، خواہ مخواہ کے اوہام پال کر وہ خود کو ذہنی طور پر بیمار نہیں کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا آپ کو صبر و شکر کا عادی بناتا ہے اور وہ ذہنی امراض سے محفوظ رہتا ہے۔

دنیا سے بے رغبتی اصل کامیابی:

حدیث مبارکہ میں کامیابی کے لئے بتائی دوسری چیز دنیا سے بے رغبتی ہے۔ زہد یا دنیا سے بے رغبتی یہ ہے کہ انسان دنیا میں رہتے ہوئے خالق اور مخلوق دونوں کے حقوق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔ لوگوں سے میل جول رکھے، اچھا لباس، اچھی خوراک، اچھی رہائش، اچھی سواری اگر میسر ہے تو اسے اللہ کی نعمت سمجھ کر استعمال کرے، اس پر شکر ادا کرے اور اگر یہ چیزیں میسر نہ ہوں تو صبر سے کام لے، شکوہ و شکایت کا مزاج نہ بنائے، اپنے دل کو دنیا سے بے نیاز رکھے اور ہر معاملے میں دنیا پر آخرت کو ترجیح دے۔ امام سفیان ثوریؒ زہد کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ليس الزهد فی الدنيا بلبس الغليظ والخشن واكل الجشب انما الزهد فی الدنيا قصر الامل۔

زہد کا معنی یہ نہیں کہ کھانا روکھا سوکھا کھایا جائے، لباس پھٹا پرانا پہنا جائے بلکہ زہد کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی امیدیں اور آرزوئیں کم کر دی جائیں۔[9]

شریعت میں حلال اور جائز چیزوں سے نفع حاصل کرنے کو ناجائز خیال کرنا زہد نہیں بلکہ زہد کی حقیقت سے لاعلمی ہے۔ امام مالکؒ زہد کے بارے میں فرماتے ہیں: طيب الكسب و قصر الامل

یعنی رزق حلال کمایا جائے اور دنیا کی لمبی آرزوؤں کو چھوڑ دیا جائے۔[10]

ناکامی سے بچاؤ کے لئے اسوہ رسولؐ سے رہنمائی:

رسول اللہ ﷺ ہادی کامل ہیں، آپ ﷺ نے کامیابی کے روشن راستوں تک ہی رہنمائی نہیں فرمائی بلکہ ناکامی کے راستوں کی بھی نشان دہی کر دی تاکہ اس سے بچا جا سکے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بخل اور امل (دنیا کی لمبی امیدوں) کو ناکامی کے تاریک راستے قرار دیا، جس پر چل کر انسان دونوں جہانوں میں ناکام و نامراد رہتا ہے۔ بخل یہ ہے کہ انسان خرچ کرنے کے موقع پر بھی خرچ نہ کرے، اس سے دنیا کی محبت، لالچ، طمع اور حرص پیدا ہوتی ہے۔ انسان ہر وقت پیسوں کو گن گن کر جوڑنے کی فکر میں مبتلا رہتا ہے۔ خود پر، آل اولاد پر، عزیز رشتہ داروں پر، ضرورت مندوں پر خرچ کرنا اور ان کے مالی حقوق ادا کرنا اس کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ اس کی طبیعت اور مزاج میں سب رشتوں کی قدر و قیمت مال و دولت سے کم ہوتی ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا، واجبی صدقات ادا نہ کرنا، یتیموں

، مسکینوں اور غریبوں پر خرچ نہ کرنے سے انسانی ہمدردی ختم ہو جاتی ہے، وہ خالق اور مخلوق دونوں کی نظر سے گر جاتا ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس بری صفت سے بچنے کا حکم دیا ہے اور اسے فساد امت کی جڑ قرار دیا ہے۔ یاد رہے کفایت شعاری اور بخل میں فرق ہے، کفایت شعاری بہت ضروری چیز ہے اور اسے اپنانے کا حکم ہے جبکہ بخل ناپسندیدہ ہے اور اس سے بچنے کی تلقین ہے۔ کفایت شعاری یہ ہے کہ انسان فضول خرچی سے بچے لیکن ضرورت کے مواقع پر مناسب طریقے سے خرچ کرے۔ جبکہ بخل یہ ہے کہ انسان کا خون سفید ہو جائے اور اس کی نگاہ میں خونی رشتوں، انسانی اقدار اور معاشرتی تقاضوں کی کوئی اہمیت باقی نہ رہے، اس کے لئے پیسہ ہی سب کچھ ہو۔

دنیا کے حصول کی لمبی لمبی امیدیں باندھنا اور ان امیدوں کی تکمیل میں آخرت کو بھول جانا امل ہے۔ دور جدید کا انسان اپنی دنیاوی امیدوں کو پورا کرنے کے لئے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی پرواہ نہیں کرتا، اپنی تمام تر توانائیاں فقط دنیاوی مال و متاع کے حصول میں لگا رہا ہے، اس چیز سے بھی منع فرمایا گیا، کیوں کہ دنیا کی محبت اگر حد سے زیادہ ہو جائے تو یہ دنیا اور آخرت دونوں کی ناکامی میں بدل جاتی ہے۔

مختصر یہ کہ دنیا، اس کی ساخت اور اس کا نظام انسان کی آزمائش کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ اس میں آسانیوں اور مشکلوں کا ایک طویل اور مسلسل سلسلہ رکھ دیا گیا ہے جو انسان کے لئے امتحان کی صورت پیدا کرتا رہتا ہے۔ یہ دورخا امتحان عمل اور رد عمل کی جانچ کے لئے ہے۔ مثلاً نعمتیں اس لئے ہیں کہ آدمی نعمت پا کر کیا کرتا ہے، محروم اس لئے رکھا جاتا ہے کہ وہ رد عمل میں کیا کر گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں موت وحیات کا یہ سلسلہ اسی لئے چلایا ہے جسے قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔

جس نے زندگی اور موت اس لئے پیدا کی تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ بہتر ہے۔ [11]

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات وجہ اور اس کے اثرات کی بنیاد پر بنائی ہے۔ ہر ضرورت کو پورا کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے اور بتایا بھی ہے۔ فرد اور سماج کی ترقی اور کامیابی کے لئے یہ عام اصول دیا۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔

اور یہ کہ انسان کو خود اپنی کوشش کے سوا اور کسی چیز کا (بدلہ لینے کا) حق نہیں پہنچتا۔ [12]

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔

یقین جانو کہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی نہ لے آئے۔ [13]

کامیابی اور ناکامی دونوں انسان کے ہاتھ میں ہیں:

گویا کامیابی اور ناکامی کی کلید انسان کے ہاتھ میں دے دی۔ لیکن اس کے باوجود ہر انسان کو زندگی میں کبھی نہ کبھی ایسے حالات سے سابقہ پڑتا ہے کہ ہر تدبیر بے اثر ہو جاتی ہے، ہر کوشش رائیگاں چلی جاتی ہے، ہر ذریعہ اور وسیلہ الٹ پڑ جاتا ہے، گویا ساری کائنات دشمنی اور مخالفت پر کمربستہ ہے۔ ہزار جتن کے باوجود روزگار نہیں ملتا، مریض صحت یاب نہیں ہوتا، مقدمے سے خلاصی نہیں ہوتی، اولاد نہیں ہوتی یا ایسا کچھ بھی کہ جیسے قسمت روٹھ گئی ہے۔ یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے، ایسا ہر کسی کے ساتھ ہوتا ہے کہ زندگی میں اس قدر ناکامی کا سامنا ہوتا ہے کہ مایوسی کی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ جب ایک طرف کوشش کے مطابق اجر کی بشارت ہے تو دوسری طرف تمام تر کوشش کیوں ناکامی کا منہ دیکھ رہی ہے۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے دل سے وسائل، اسباب، علم، عقل اور تدبیر کے خدائی بت کی محبت اور اس کی اثر آفرینی کو دھو دینا چاہتا ہے۔ قرآن مجید نے بارہا ہمیں بتایا کہ تمام کائنات بلاشرکت غیرے اللہ کی ہے، ہم کسی بھی چیز کے مالک نہیں لیکن جب کسی چیز کے لئے ہماری ملکیت کا احساس حس سے بڑھ جاتا ہے تو من پسند نتائج نہ ملنے پر ہم ناکامی کو ذہن پر سوار کر کے ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اب اس دباؤ اور ڈپریشن سے نکلنے کا طریقہ کیا ہے؟ یاد کریں نبی کریم ﷺ طائف کی گھاٹی پر اسی کیفیت سے دوچار ہوئے تھے، آپ ﷺ کو امید تھی کہ اہلِ طائف آپؐ کی دعوت پر لبیک کہیں گے لیکن ان کے ناروا سلوک نے آپؐ کو مایوس فرمایا، تب آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: "بار الہا! میں تجھ سے اپنی بے بسی و کم مائیگی کا گلہ کرتا ہوں۔ میں لوگوں میں بے توقیر ہو گیا ہوں، تو نے میرے امور اس دشمن کے ہاتھ میں دے دیئے جو بار بار مجھ پر حملہ آور ہوتا ہے یا اس عزیز کے جو سب کسی کا مالک و مختار ہو گیا ہے۔ تاہم اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔" اس کیفیت کو ارباب تصوف نے تفویض کا نام دیا ہے کہ اپنے اختیار و تدبیر سے دست کش ہو کر سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ ظاہری اسباب ترک کر دیئے جائیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان حالات میں اللہ کی طرف سے جو بھی فیصلہ ہو خواہ وہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو اسے دل و جان سے قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ناکامی کا دباؤ اور ڈپریشن لمحے بھر میں دور ہو جاتی ہے۔

جو شخص اس دنیا کو کسی اور نگاہ سے دیکھے گا وہ پریشان رہے گا، لیکن جو اس بنیادی حقیقت کو جان لے گا، اس کے لئے یہ ایک فطری معاملہ بن جائے گا جس طرح ہر کام کا ایک نتیجہ ہوتا ہے اسی طرح آزمائش کے لئے بنائی اس دنیا میں خوشیوں اور کامیابیوں کے ساتھ ساتھ ناکامیاں اور مقامات آزمائش بھی ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں

غم اور خوشی، بھوک و سیری، خوش حالی و بدحالی، عزت و ننگ ایک ساتھ پائے جاتے ہیں۔ اس کے بغیر یہ دنیا آزمائش کے لئے موزوں نہ ہوتی، چنانچہ وہ شخص جو یہ بات جانتا نہ ہو یا اپنی خواہشات کے پیچھے لگ کر فراموش کر بیٹھا ہو، اس کے لئے مشکلات ڈپریشن، ناامیدی اور بے چینی کا سبب بن جاتی ہیں۔ جبکہ دنیا کی حقیقت سے واقف شخص اس بات کو سمجھتا ہے اور وہ ہر مشکل اور ناکامی کو صحیح رخ سے دیکھ کر اس کا مواجہہ کرتا ہے اور وہ اس دنیا اور اس کے بنانے والے کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوتا۔

خلاصہ کلام:

دنیاوی کامیابیاں جن پر ہم خوش ہوتے ہیں اور ناکامیاں جو ہمیں پریشان کرتی ہیں، ان کی وقعت کو دنیا کی حقیقت کے لحاظ سے متعین کر لیا جائے تو ہم اس قدر پریشان نہ ہوں۔ دنیا کی حقیقت اہل ایمان کے نزدیک یہی ہے کہ یہ جنت اور دوزخ میں لے جانے والی امتحان گاہ ہے۔ اس اعتبار سے اس کی نعمتوں، کامیابیوں کی اصل حیثیت امتحانی سوالات کی ہے نہ کہ مال و منال کی۔ آخرت کے لحاظ سے اس کی حیثیت و اہمیت کچھ زیادہ نہیں ہے۔ جب یہ دنیا ہی عارضی ہے تو اس کے مال و منال کے پیچھے خود کو ہلکان کرنا بے فائدہ ہے۔ دنیا اور اس کی نعمتیں محض کھیل تماشا ہیں ، ہاتھ آجائیں تو شکر کر کے لطف اندوز ہوں اور نہ مل سکیں تو صبر کر کے اللہ سے اچھے صلے کی امید رکھیں کیوں کہ مومن دنیاوی کامیابیوں کو بنیاد بنا کر مایوس و ناکام ہونے والا نہیں ہوتا۔

مصادر و مراجع

1. ڈورس پوزی/ سٹیفن ولیمز،(مترجم) امجد محمود، روحانی خوشیاں اور کامیابی، بک ہوم، لاہور، 2007ء، ص 20-21
2. ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، کامیابی و ناکامی کا حقیقی مفہوم،
https://www.zindgienau.com/issues/2012/may2012/images/Unicode_file, retrieved on November 23, 2022
3. ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی قلب الشیخ شاب علی، رقم الحدیث: 2339؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الامل والاجل، رقم الحدیث: 4234
4. محمد زکریا، فضائل صدقات، کتب خانہ فیضی، لاہور، س ن، ص: 536
5. صحیح بخاری، باب فی الامل وطولہ، رقم الحدیث: 6417
6. ندوی، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام، کامیابی و ناکامی کا حقیقی مفہوم،

،https://www.zindgienau.com/issues/2012/may2012/images/Unicode_file, retrieved on November 23, 2022

7 بیہقی، ابی بکر احمد بن حسین، شعب الایمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1998ء، رقم الحدیث: 10350

8 التکویر 29:81

9 بغوی، حسین بن مسعود، شرح السنۃ، المکتبہ التوفیقیہ، قاہرہ، 2001ء رقم الحدیث: 4093

10 بیہقی، شعب الایمان، رقم الحدیث: 10293

11 الملک 2:67

12 النجم 39:53

13 الرعد 11:13